بابر حسین
لیکچرار اردو، الخیر یونی ورسٹی، بھمبر، آزاد جموں و کشمیر۔
غلام شبیر
اسکالر پی ایچ۔ڈی اردو، نیشنل یونی ورسٹی آف ماڈرن لینگویجز، اسلام آباد۔

"تحقیق کا فن"،"اصولِ ادبی تحقیق"اور"اردو میں اصولِ تحقیق":تقابلی جائزہ

Babar Hussain,
Lecturer Urdu, Al Khair University, Bhimber, AJ&K.
Ghulam Shabbir,
Scholar PhD Urdu, National University of Modern Languages, Islamabad.

‘‘Tahqeeq ka Fun’’, ‘‘Asool.e. Adbi Tahqeeq & ‘‘Urdu mei Asool.e.Tahqeeq’’:A Comparative Review

At this time in the world of Urdu literature, the first person whose name appears on the canvas of the mind is Dr. Gyan Chand Jain. Gyan Chand Jain Kashmar is the biggest name among the Urdu critics and researchers of Madhya Pradesh after independence. His book "Tahqeeq ka Fun" is a useful book to guide the researcher as Gyan Chand Jain covers all the important topics related to research and not only that but also explains it through examples. In this way Gyan Chand Jain continued to expand his field of research and he has collected research material in his famous work "Urdu Masnavi in North India" with great diligence, scholarly taste and curious insight. He has also established a total of eleven chapters in this book. From his research he has made available three more unpublished works of Mir. This research paper represents the comparative review of ‘Tahqeeq ka Fun’ by Gyaan Chand with ‘Asool e Adbi Tahqeeq’ by Atash Durrani and Urdu mei Asool e Tahqeeq’ by M. Sultana Bakhsh.

ادب میں تقابلی جائزہ کی اصطلاح پہلی بار انیسویں صدی کے اوائل میں فرانسیسی اور کچھ دوسری زبانوں کے ادب پاروں کا انتخاب شائع ہوا۔ برطانیہ کی وارک یونیورسٹی کے پروفیسر سوزن بیسینٹ اس مضمون کی تعریف یوں کرتی ہیں۔

"تقابلی ادب مختلف تقاضوں کے متون کا مطالعہ ہے جس کا تعلق زمان اور مکان کے بعد میں پیدا ہونے والے ادب کے درمیان رشتوں کے نقوش سے متعلق ہے"۔(۱)

ایک تعریف اس طرح سے ہے۔

"The study of the interrelationship of the literatures of two or more national culture usually of differing languages and speciality of the influences of one upon the others sometimes." (2)

لغت میں جب تقابلی مطالعے کی تعریف دیکھی جائے تو کچھ اس ہوتی ملتی ہے۔"دو چیزوں کے درمیان موازنہ خصوصاًیہ معلوم کرنے کیلئے کہ ان میں کیا خصوصیات مماثل ہیں اور کیا غیر مماثل"۔(۳)

ایک اور تعریف یوں ہے:

"A comparative research is a research methodology in the social science that aims to make comparisons across different countries and cultures". (4)

دوسرے الفاظ میں تقابلی مطالعہ کو کچھ یوں بیان کیا جاسکتا ہے۔ کہ دو چیزوں یا علوم کا جائزہ اس طرح لیا جائے کہ ان کے اشتراکات اور افتراقات کو سامنے لاکر قدر متعین کی جاسکے۔

ابولاعجاز حفیظ صدیقی اپنی کتاب "کیناف تنقیدی اصلاحات" میں تقابلی مطالعے کی تعریف کو یوں واضع کرتے ہیں:

"موازنہ مشترک بنیاد رکھنے والی دو چیزوں کا تقابلی مطالعہ ہے۔اصولاموازنہ میں ترجیح کاسوال شامل نہیں۔ لیکن بالعموم موازنہ کرنے والا ناقد ایک فنکار یا فن پارے کی دوسرے فنکار یا فن پارے پر ترجیح ثابت کرنے کی خواہش سے کلی اجتناب نہیں برت سکتے ۔بعض اوقات نقاد کا مقصد ہی یہ ہوتا ہے کہ ایک ادب پارے کی دوسرے ادب پارے یا ایک فنکار کی دوسرے فنکار پر ترجیح ثابت کی جائے"(۵)

بنیادی طور پر تقابلی ادب ایسے ادبی فن پاروں میں دلچسپی رکھتا ہے جو دو تہذیبوں کی ثقافت کو واضع کرتے ہیں۔ ان میں دو مختلف ادبی پہلو تعلقات، انسانی مزاج اور رویوں کے نقوش بھی تلاش کیئے جاتے ہیں۔ دو مختلف تہذیبوں کے حوالے سے کیا جانے والا تقابل یا موازنہ کہلاتا ہے۔

اس حوالے سے 1857ء میں اپنے آکسفورڈ کے افتتاحی لیکچر میں میتھیو آرنلڈ کا کہنا ہے۔"ہر طرف رشتے بکھرے ہیں جن کے مظاہر ہمیں چاروں طرف نظر آتے ہیں۔ دوسرے ادب اور واقعات کے ساتھ رشتے کی پہچان سے ہی مل سکتی ہے"۔(۶)

گوئٹے نے تقابلی ادب کے حوالے سے اپنے خیالات کا اظہار کچھ یوں کیا ہے کہ دنیا کا ادب یہ ہے کہ آپ کے اندر دیگر اقوام کی ادبی تخلیقات کے بارے میں جاننے کا تجسس اور شوق پیدا ہو۔ گوئٹے کا یہ بھی کہنا ہے کہ میرے اس علمی و ادبی و تخلیقی سفر کا نچوڑ یہ ہے کہ شاعری تمام انسانوں کی مشترکہ میراث ہے۔ یعنی شاعری عالمگیر اور یہ کسی کا اثاثہ نہیں۔ امریکہ میں تقابلی ادب کے ایک بانی چارلس ملز گے لی نے تقابلی ادب کے طالب علم کا معروضہ واضع کرتے ہوئے کہا ہے:

"ادب فکر کا ایک واضح اور مربوط میڈیم ہے۔ انسانیت کا مشترکہ اداراتی بیان ہے۔ جس میں تفریق کی وجوہات فرد کے سماجی حالات، نسلی، تاریخی اور ثقافتی اور لسانی اثرات مواقع اور مقصود ہیں۔ لیکن عہد اور بھیس کی تمیز کے بغیر تقابلی ادب کا منبع وہ مشترکہ نفسیاتی فعلیاتی صلاحیتوں سے جنم لیتی ہیں۔ فرد اور سماجی انسانیت کے مشترکہ مادی اور اکتسابی قوانین کے پابند ہیں"۔(۷)

اسی قسم کے جذبات کا اظہار ۱۹۷۴ء میں فرانسوا جوسٹ نے کیا تھا کہ جب اس نے اعلان کیا کہ قومی ادب بذات خود ایک معقول میدان علم نہیں بن سکتا کیونکہ اس کا تناظر جان بوجھ کر محدود رکھا جاتا ہے۔ اس کے مقابلے میں تقابلی ادب کی حقیقت ایک علمی مضمون سے بڑھ کر ہوتی ہے یہ انسان دوست ماحول، ادب، ادبیات اور ثقافتی کائنات کی ایک جامع تصویر پیش کرتا ہے۔

مغرب میں تقابلی مطالعوں کے حوالے سے خاصا قابل قدر کام ہو رہا ہے اور اگر اس کی ضروریات اور اہمیت کے حوالے سے دیکھا جائے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ مغرب میں تقابلی مطالعوں کا دائرہ کار محدود کرنے کی بجائے اسے وسعت دینے کیلئے مختلف ادوار میں تقابلی مطالعوں کیلئے الگ سے شعبے قائم کیے گئے ہیں۔ حاصل

شدہ معلومات کو ملکی زبان میں ترجمہ کر کے تقابل کے معیار کا تعین کیا جاتا ہے۔ تقابلی مطالعوں کی اہمیت و ضروریات کا اندازہ درج ذیل باتوں سے کیا جاسکتا ہے۔

۱۔ تقابلی مطالعوں کی بدولت متعدد لوگوں کو ادب لکھنے کے لیے عمدہ موقع فراہم ہوئے ہیں۔

۲۔ تقابلی مطالعہ انسان کو معاشرتی زندگی کی بنیاد فراہم کرتے ہیں

۳۔ عالمگیر معاشرے کو مضبوط بنیادیں فراہم کرنے میں تقابلی مطالعہ کا کردار بہت اہم ہے۔

۴۔ تقابلی مطالعوں کی بدولت کلاسیکی ادب سے نہ صرف آگاہی حاصل ہوتی ہے۔ بلکہ اس قیمتی خزانے کو پڑھنے اور سمجھنے کی بنیاد بھی تقابلی مطالعہ میں فراہم کرتا ہے۔

۵۔ دو مختلف تہذیبوں کے ادب کا تقابل کرتے وقت ان تہذیبوں کے کلچر اور زبان سے بطور خاص واقفیت حاصل کی جاتی ہے۔ گویا تقابلی مطالعے کی بدولت ہمیں مختلف تہذیبوں کی زبان اور کلچر (ثقافت) سے بھی آشنائی حاصل ہوتی ہے۔

۶۔ تقابلی مطالعہ ایک بین الشعبہ جاتی مضمون ہے۔ اسلیئے اس کے تحت ہونے والا مطالعہ بین التہزیبی اور بین السانی اقدار کے پھیلاؤ کا سبب بنتا ہے۔

۷۔ تقابلی مطالعہ ایک ایسے ادب کو بنیاد فراہم کرتا ہے جو جغرافیائی حدود وقیود سے ماورا ہے۔

۸۔ تقابلی مطالعے نہایت جاندار ہوتے ہیں۔ ان کی اہمیت اس لیئے بھی بڑھ جاتی ہے کہ ان کی بدولت مصنف کی ذاتی سوچ اور اس کے ذہن پر اثر انداز ہونے والی ادبی تحریکوں کے اثرات کا جائزہ بھی لیا جا سکتا ہے۔ تقابلی مطالعوں کی روایت پر اگر غور کیا جائے تو اس کا آغاز مغرب میں یقیین و بستان (School of thought) دکھائی دیتے ہیں۔ جن کے ہاں تقابل کے حوالے سے کام کی ابتدا ہوتی ہے۔

الف۔ فرانچ سکول آف تھاٹ French school of thought

ب۔ جرمن سکول آف تھاٹ German school of thought

ج۔ امریکن سکول آف تھاٹ American school of thought

فرانچ سکول آف تھاٹ تقابلی مطالعوں کی روایت میں ابتدائی قدم کا درجہ رکھتا ہے اس دور میں زیادہ تر ماخزن کے حوالے سے بات کی گئی ہے۔ ان نظریے کی بنیاد اس نقطے پر رکھی گئی ہے کہ ایک نظریہ ایک قوم

سے دوسری قوم تک کس طرح منتقل ہوتا ہے۔اس نظریے کے پس منظر میں کیا محرکات تھے۔اس دبستان کا دائرہ کار یورپی اقوام سے تقابل تک محدود تھا۔

جرمن سکول آف تھاٹ کا آغاز انیسویں صدی کے آخر میں دکھائی دیتا ہے۔1939ء سے 1995ء کے درمیان اپنے عروج پر پہنچا۔انہوں نے ان مطالعوں کی بنیاد ساہنیات پر رکھی۔مگر وقت کی ساتھ اس کا مزاج بدلنے لگا اور اب ان کی بنیاد (Applied Literature) پر رکھی جارہی ہے۔

امریکن سکول آف تھاٹ فرنچ سکول آف تھاٹ کے رد عمل کے طور پر سامنے آیا۔ان کے ہاں علاقوں اور تہذیبوں کی قید نہیں رکھی گئی اور تقابل تحقیق کے دائرے سے نکل کر ادبی تنقید میں شامل ہوا۔امریکن سکول کو تمام دنیا میں لکھے جانے والے ادب میں شامل کیا گیا۔اور اپنی زبان سے لے کر عربی زبان تک کے ادب کی بات کی گئی۔اس سکول کی بنیاد گوئٹے کے اصول کو بنایا گیا۔

تقابلی مطالعہ ایک مسلسل عمل کا نام ہے اور ایک عمل ہونے کے ناطے اس کے کچھ نا کچھ تقاضے ہیں

-1 دو یا دو سے زیادہ اشیا کا ہونا

-2اشتراکان

-3افتراقان

-4تعین قدر

سب سے پہلے دو چیزوں کا حصول ضروری ہے جو ایک ہی صنف سے تعلق رکھتی ہوں اگلے مرحلے پر ان میں موجود مشترک معلومات کا پتہ لگایا جائے گا۔اگر ان میں کچھ مختلف ہے یا کسی نوع کا اختلاف پایا جاتا ہے تو اس پر بات ہوگی اور نتیجے کے طور پر دونوں چیزوں کے میعاد کا تعین کیا جائے گا۔

تقابل کی اقسام یوں بیان کی جاتی ہیں۔

تقابل کی اقسام

-1 بیانیہ تقابل(Normative Rhetorical Comparison)

-2تعین قدر(Descriptive / Lagical Comparison)

بیانیہ تقابل میں چیزوں کی ظاہری ساخت خدوخال کو دیکھا جاتا ہے اور Normative Comparisonsمیں خالصتاً ادب کے حوالے سے تقابل کیا جاتا ہے۔

کسی بھی فن پارے کے تقابلی مطالعے کے لیئے داخلی اور خارجی محرکان نہایت اہم ہیں۔خارجی محرکان میں اس بات کا جائزہ لیا جاتا ہے کہ ادب یا شاعری جس عہد میں تخلیق کی گئی اس عہد کے سیاسی سماجی اور مزہبی حالات کس قسم کے تھے۔

داخلی محرکات میں ادیب یا شاعر کی شخصیت اس کے خاندانی حالات تجربات اور داخلی کیفیات زیر بحث آسکتی ہیں

کسی بھی فن پارے کے معیاد کا تعین کرنے کے لئے عام طور پر ایک Line of Reference بنائی جاتی ہے اور داخلی اور خارجی محرکات کا جائزہ لینے کے بعد ایک معیاد مقرر کر کے فن پارے کے جمالیاتی حسن، نظریاتی، نفسیاتی اور روحانی بلکہ تمام پہلوؤں کا جائزہ لیا جاتا ہے۔گویا تمام مراحل سے گزرتے ہوے تعین قدر اسے بہترین ثابت کرنے میں مددگار ہوتا ہے۔

ڈاکٹر گیان چند جین کی کتاب "تحقیق کا فن"دیگر تحقیقی کتب کے ساتھ تقابلی جائزہ لینے کے لیئے اس ضمن میں ڈاکٹر عطش درانی کی کتاب" اصول ادبی تحقیق"ڈاکٹر محمد اسلم ادیب کی کتاب"تحقیق کی بنیادیں"ڈاکٹر سلطانہ بخش کی کتاب"اردو میں اصول تحقیق"منتخب مقالات ایم فل کی سطح کی کتاب"اصول تحقیق"علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی شعبہ پاکستانی زبانیں شامل مطالعہ ہیں۔

ڈاکٹر گیان چند جین نے اپنی اپنی تحقیق کی کتاب کو بائیس ابواب میں تقسیم کیاہے۔جس میں تحقیق کار سے لے کر موضوع، خاکہ، مواد، کی فراہمی، مطالعہ اور نوٹ لینا مواد کی پرکھ اور حزم واحتیاط، مقالے کی تسوید زبان اور بیان ہیت اور تدوین متن کے علاوہ کئی جزئیات کی تفصیل بیان کی ہے۔جو ایک تحقیق کار کیلئے معاون کتاب ہے۔دوسری طرف ڈاکٹر عطش درانی نے اپنی کتاب "اصول ادبی تحقیق" وہ تمام تکنیکی امور وضاحت سے پیش کیئے ہیں جن سے تحقیق کار کا واسطہ پڑتا ہے۔ان کی کتاب مغرب میں تحقیق سے لے کر اسلام اور اردو ادب میں تحقیق کی روایت کو بیان کیا گیاہے۔

ڈاکٹر عطش درانی لکھتے ہیں:

"ہم علم کی ماہیت پر غور کریں تو ہمیں تحقیق کے فن ہونے پر مقروض ہونے کا حق حاصل ہو جاتا ہے ادبی دنیا میں تنقید اور تحقیق کے شعبوں کو ان کی نگار اور اشاعت کے حوالے سے ہمیشہ اسلوبیات کے دائرہ کار میں لانے کی کوشش کی گئی ہے تنقیدی مضامین اور ان کی آڑ میں تحقیقی مقالات کو ہی ادب کی شاخ سمجھا گیا۔اور چوں کہ

ادب فن پارے کی حثیت رکھتا ہے اور علم کی بجائے فن کس ذیل میں آتا ہے اس لیئے علم تحقیق کو بھی پہلے قدم کے طور پر فن ہی قرار دیا گیا۔یوں محقق کی ادبی حثیت مسلمہ تھی"۔(۱)

تحقیق کے اصول اردو کے تحقیقی عمل کے سفر کے بارے ڈاکٹر گیان چند جین کی کتاب میں کوئی خاطر خواہ تزکرہ موجود نہیں اس کے بر عکس ڈاکٹر عطش درانی نے تحقیق کے اصول سے لے کر تحقیقی دبستان اور تحقیق نگاروں کی درجہ بندی تک معلومات فراہم کی ہیں۔ڈاکٹر عطش درانی لکھتے ہیں:

"اردو ادب کی تحقیق زیادہ سے زیادہ ضروری کوائف جمع اور مرتب کرنے تک محدود رہی ہے۔احوال و آثار کتابیات، فہارس، اشاریہ سازی جیسے فورٹ ولیم کالج کی تاریخ، کتابیات اقبال، اشاریہ غالب جائزہ مخطوطات اردو۔ ان میں زیادہ تر معلومات جمع کر دی گئی ہے۔ زیادہ سے زیادہ اگر تنقید و تشریح شامل کر دی گئی ہے۔ تو فکر و تہزیبی پس، شاعری کا مزاج، لیکن ان میں سے کوئی بھی مثال مکمل تحقیق قرار نہیں دی جا سکتی۔اس ایسے کی بڑی وجہ یہ ہے کہ اردو میں جدید اصول تحقیق کا فہم اور ادراک پورے طور پر نہیں ہوا تھا۔علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، پشاور یونیورسٹی، منعقدہ قومی زبان کی کوششوں سے قدرے قدامات ہوے۔اب ہائر ایجوکیشن کمشن کے مطالبے پر جدید تحقیقی اصولوں کا آغاز ہونے لگا ہے۔اور جامعات کے شعبہ ہائے اردو اس سمت بھی توجہ دینے لگے ہیں۔اب اردو کے اعلی پائے کے تحقیقی جریدے منظر عام پر آرہے ہیں۔سٹائل شیٹ یا قرطاس میں طرز اور اسلوب تحقیق یا تحقیقی کینڈے پر مزاکرے منعقد ہو رہے ہیں۔اس لیئے اردو روایت جدید انداز میں ڈھل سکے گی اور یوں جدید رسمیات تحقیق کا استعمال ممکن ہو رہا ہے"۔(۸)

ڈاکٹر گیان چند جین نے اپنی کتاب "تحقیق کا فن" زیادہ زور مواد کی فراہمی موضوع کا انتخاب پر کھ پرچول اور خاکہ سازی پر دیا ہے۔وہ خاکہ سازی کو تحقیقی عمل میں سب سے بنیاد چیز لکھتا ہے۔تحقیق کی اقسام کے حوالہ سے ڈاکٹر گیان چند جین نے نفسیاتی تحقیق، تہزیبی تحقیق، تاریخی تحقیق، شعریاتی تحقیق، فالسانی تحقیق، تقابلی تحقیق، لسانی تحقیق کا ذکر کر کے تحقیق کی مختلف اقسام پر روشنی ڈالی ہے۔گیان چند کے مطابق سنہری تحقیق کے طالب علم چوں کہ ناتجربہ کار ہوتا ہے۔اس لیئے اسے کسی سپر وائزر کی نگرانی میں کام کرنا ہوتا ہے۔اس لیئے موضوع کا چناؤ دو شخصوں کی ہم آہنگی سے ہوتا ہے۔موضوع تحقیق طالب علم کی اپروچ میں ہو تو وہ آسانی سے اپنے کام کو پایہ تکمیل تک پہنچا سکتا ہے۔عموما طالب علم کو موضوع کے انتخاب کے وہ خود سے سوال کرنا چاہئے کہ ادب کس قسم کی تحقیق کا دعوی کرتا ہے۔یا چاہتا ہے۔

ڈاکٹر سلطانہ بخش نے مختلف ماہرین کے مقالات کو ترتیب دی ہے۔ اور ''اردو میں اصول تحقیق'' کے نام پر کتاب مرتب کی ہے اس کتاب میں شامل مقالات میں سے بعض الگ الگ کتابی وجود رکھتے ہیں۔ ان تمام مقالات میں تحقیق کی تعریف، تحقیق کی دبستان، موضوع، مواد، خاکہ سازی، مقالہ کی ترویداور تحقیق کی مختلف اقسام کو بیان کیا گیا ہے۔ اگر ہم بنظر عمیق مشاہدہ کریں تو تحقیق کی ان زیر نظر تین چار کتابوں میں بنیادی نقطہ کافی حد تک مماثلت رکھتا ہے۔ مقالہ کیسا ہونا چاہیئے۔ اس کے لیئے خاکہ کا کیا عمل دخل ہے۔ کہ تسوید میں کن باتوں کا خیال رکھا جائے۔ پیش کاری کیسی ہو زبان کیسی ہو۔ گویا مقالہ کے متعلقات کے بارے میں ڈاکٹر سلطانہ

ڈاکٹر گیان چند جین نے خاکہ سازی کے عمل کو نہایت تفصیل سے بیان کیا ہے۔ ان خہ نزدیک خاکہ بخش، ڈاکٹر عطش درانی، ڈاکٹر محمد اسلم ادیب، اور ڈاکٹر گیان چند جین نے اپنی اپنی تحقیق کی کتابوں میں جو مواد بہم پہنچایا ہے۔ وہ کافی حد تک ایک جیسا ہے۔ ڈاکٹر محمد اسلم ادیب نے تحقیق کی اقسام زیادہ تفصیل سے پیش کی ہیں۔ ان کی بیان کردہ اقسام کی لسٹ لمبی ہے لیکن خاصے کی چیز ہے۔

بنیادی تحقیق، عملی تحقیق، ایکشن ریسرچ، ترقیاتی تحقیق، جائزہ تحقیق، عمرانی تحقیق، نفسیاتی تحقیق، نفسیاتی جائزہ تحقیق، کلاس روم ریسرچ، سروے تحقیق، مشاہداتی تحقیق، یا تاریخی تحقیق، بیانیہ تحقیق، تجرباتی تحقیق، مقداری تحقیق، میعاری تحقیق، اگر ہم تحقیق کی ان ساری اقسام کا جائزہ لیں تو چند ایک ایسی اقسام ہیں جن کا عموما استعمال نہیں ہوتا۔ مواد کا اکٹھا کرنا موضوع کا انتخاب اور خاکہ سازی و تسوید مقالہ ان باتوں میں ڈاکٹر موصوف دیگر تینوں ڈاکٹروں کے ہم آواز ہیں۔ تحقیق کی کتب ملتے جلتے خطوط پر مدون ہوئی ہیں۔

ہی ایک ایسا نقشہ ہے جس پر تحقیق کی بنیاد قائم ہوتی ہے۔ لہذا اس کا درست واضع اور تفصیلی نقشہ بنانا ضروری ہے۔ کیونکہ خاکے کے بعد ذہنی طور پر مقالے کی ایک ہیت متعین ہو جاتی ہے۔ خاکہ تحقیق اور تسوید کے بیچ کی منزل کا نام ہے۔ خاکہ مواد کی بے ترتیبی میں ترتیب لانے کا ذہنی تصور ہے۔ اس کو عملی شکل دینا تسوید ہے۔ گیان چند جین کے نزدیک خاکہ کے بغیر تحقیقی مقالہ لکھنا ایسے ہی ہے جیسے بغیر نقشہ کے عمارت بنانا۔

ڈاکٹر عطش درانی نے خاکہ سازی کے حوالہ سے درجہ ذیل سفارشات پیش کی ہیں:

''کسی تعمیری کام کے آغاز سے پہلے اس کی مناسب منصوبہ بندی کی جاتی ہے۔ خاکہ واضع ہوتا ہے اور اقدامات تحریر کیئے جاتے ہیں۔ تحقیق بھی ایک تحریری کام ہے۔ تحقیقی کام کرنے یا مقالے کا آغاز کرنے سے پہلے اس کی

مناسب منصوبہ بندی کر لی جاتی ہے۔ یہ تحقیق کار کی اپنے کام انجام دینے کی تجویز ہوتی ہے۔ اردو میں عام طور پر تحقیقی تجویز تیار کرنے کو خاکہ سازی کہا جاتا ہے۔ اس می صرف ابواب کی نشان دہی خاکہ سازی سمجھی جاتی ہے۔ یا پھر اس کے پس منظور احوال، آثار، تاریخ، اور تنقید وغیرہ کو خاکے کا حصہ بنالیا جاتا ہے۔ یوں گویا ایک کتاب کی تیاری کا عمومی نقشہ وضع کیا جاتا ہے۔ جب کہ یہ کام اس سے کہیں بڑھ کر ہے۔ اس کی کئی تکنیکی جہتیں ہیں۔ جس میں اجزائے تحقیق کے مطابق اپنے کام کرنے کی تجویز پیش کی جاتی ہے۔ ضروری ہے کہ تجویز دیتے وقت مقداری کی نسبت تنقید کی نسبت پیمائشی تحقیق کی تجویز دی جائے"۔(۹)

مواد کی تلاش کے حوالے سے ڈاکٹر اسلم ادیب ایک طالب علم کو ہدایت کرتے ہیں کہ جس طرح ایک اخبار ریڈر دس منٹ اخبار پڑھ کر گھنٹوں اس پر بات کر سکتا ہے۔ اس طرح تحقیق کے طالب علم کو تحقیقی مواد کی نبض پر ہاتھ رکھنا چاہیئے۔ وہ کسی کتاب سے فوراً اپنا مطلب نکال لے۔ کتاب کی فہرست کو دیکھا جائے متعلقہ عنوان ملے تو اسے پڑھا جائے

ڈاکٹر سلطانہ بخش کی کتاب "اردو میں اصول تحقیق" جو کہ مختلف ماہرین کے مقالات ہیں۔ اس کتاب میں خاکہ سازی کے حوالہ سے کوئی مقالہ منتخب نہیں کیا گیا۔ اور تقریبا تمام مقالوں کی تفصیلات ایک دوسرے سے ملتی جلتی ہیں۔ اس طرح ایک طالب علم الجھن کا شکار ہو جاتا ہے۔ جب ڈاکٹر عطش درانی اور ڈاکٹر گیان چند جین نے ایک ترتیب سے اردو اسکالرز کو مقالے کے حوالے سے ضروری مواد مہیا کیا ہے۔ ڈاکٹر اسلم ادیب نے تحقیق کی مختلف اقسام اور تحقیق میں ان کا اطلاق بیان کیا ہے۔

مقالے کی تحریر اس کا انداز بیان اور اسلوب کے خاطر خواہ تکنیکی تقاضے موجود ہیں۔ مقالہ نگاری ایک مخصوص تحقیقی اور علمی اسلوب کی حاصل ہوتی ہے تکنیکی طور پر اس کی پیشکش کا پہلو تحقیقی اسلوب کہلاتا ہے۔ اس کے لیئے مخصوص ہیت یا قرطاس استعمال کیا جاتا ہے مواد کا اندراج حوالہ اور اقتباس مخصوص انداز میں دیئے جاتے ہیں۔ لیکن جملے اور عبارتیں بھی ایک مخصوص اسلوب کی حامل ہوتی ہیں۔ تحقیق نگاری عام تحریر و تسوید سے یکسر جدا انداز تحریر یا اسلوب تحریر کی حامل ہوتی ہے۔ یہ ایک متفرق علیہ امر ہے کہ تحقیقی اسلوب حقیقت پسندانہ معروضی ہو۔ تحقیقی مقالہ ایک رپورٹ ہوتی ہے۔ تحقیقی نگارش یا ادبی تحریر نہیں۔ اسے زیادہ سے زیادہ غیر جانبدار اور اثباتی ہونا چاہیے۔ موضوعی اور صنفی نہیں ہونا چاہیے۔ قاضی عبدالودود سے لے کر ڈاکٹر گیان چند جین تک سبھی اصولیئن اس سے متفق ہیں۔ زیادہ تر مسلہ تحقیق میں تنقیدی زبان کے استعمال اور صفات و

قیود کو بے محابا لانے سے پیدا ہوتا ہے۔ اپنی رائے جا بجا ٹھونسنے اور دوسروں کی نفی کرنے سے تحقیقی اسلوب وضع نہیں ہو پاتا۔ تحقیق کی یہ زبان اور اسلوب کیسا ہو۔ اس سلسلے میں البتہ اختلاف پایا جاتا ہے۔

قاضی عبدالودود لکھتے ہیں:

"محقق کو خطابات سے احتراز واجب ہے۔ اور استعارہ و تشبیہ کا استعمال صرف توضیح کے لیئے کرنا چاہیے۔ آرائش گفتار کی غرض سے نہیں۔ اسماء کے ساتھ توصفات بھی اس وقت لانی چاہیں جب کوئی صفت، لکھنے والے کی اصل رائے کو ظاہر کرتی ہو۔ تناقض و تضاد اور ضعف استدلال سے بچنا چاہیے۔ اور مبالغہ کو تحقیق کے لیئے سم قاتل سمجھنا چاہیے۔ تحقیق کا مطمع نظر ہونا چاہیے کہ کم سے کم الفاظ میں پڑھنے والے پر اپنا مافی الضمیر ظاہر کر دے۔ یہ غلط نہ ہو لیکن اسلوب بیان ایسا ہو کہ شک کی گنجائش نہ رہے"۔(۱۰)

ڈاکٹر گیان چند جین نے بھی زبان اور بیان کے ذیل میں قاضی عبدالودود کا اقتباس پیش کیا ہے۔ اس طرح تحقیق کی کتابیں اپنے معاصرین یا ما قبل ماہرین زبان کے اقوال پیش کرتے ہیں۔

ڈاکٹر گیان چند جین نے لکھا ہے:

" مخففات کے استعمال سے قلم کار اپنی محنت بچاتا ہے۔ لیکن قاری کی مشکل میں اضافہ کرتا ہے۔ اس لئے مخففات کا استعمال خود غرضی ہے۔ میرے خیال میں ان کا استعمال اس شکل میں جائز ہے۔ جب ان سے سالم لفظ کی طرف با آسانی رہبری ہو سکے مثلاً مقالات شیرانی کا ایک بار ذکر کر کے اسی تحریر میں بعد میں اسے مقالات یا شیرانی ہی لکھ دیا جائے تو کوئی مضائقہ نہیں۔ تدوین متن سے بہت سے نسخوں کا ذکر کیا گیا ہے تو ایک بار کے بعد انھیں ایک لفظ تک میں سکیڑ کر حوالہ دے سکتے ہیں مثلاً دیوان غالب کے مخطوطات نسخۂ بھوپال اول، نسخہ بھوپال ثانی، گل رعنا، نسخہ شیرانی، نسخہ رام پور قدیم، نسخہ رام پور جدید، نسخہ لاہور، نسخہ بدایوان کو اختلاف نسخ میں بھوپال۔ گل۔ شیرانی۔ قدیم۔ جدید۔ لاہور۔ بدایوں لکھ دیا جائے تو سمجھنے میں کوئی دقت نہیں"۔(۱۱)

ڈاکٹر گیان چند جین نے قاضی عبدالودود غالب کے فارسی نسخوں کے لئے لکھے علامات پر اعتراض کیا ہے کیا ہے اور یہ سفارش کی ہے کہ مخففات صرف ایسے لائے جائیں جو اصل الفاظ کی طرف رہبری کریں تاکہ قاری کے لئے آسانی پیدا ہو دوسری طرف گیان چند جین کہتے ہیں کہ تحقیق کی زبان میں مخففات سے کہیں زیادہ اہم اصطلاحیں ہیں۔ مخففات شخصی علامات ہیں، اصطلاحیں محققین کی اجتماعی علامتیں ہیں۔ اصطلاح اس لفاظ یا مرکب کو کہتے ہیں جس سے کسی علم یا فن میں کوئی خصوصی معنی مراد لئے جاتے ہیں اگر وہ لفاظ عام زبان میں بھی

استعمال ہوتا ہو تو وہاں اس کے جو معنی ہوتے ہیں زیادہ تر امکان یہ ہے کہ علمی و فنی اصطلاح اس کے محدود یا مختلف ہوں گے۔ اصطلاح ایسی علامت ہے جو اس علم و فن کے لکھنے اور پڑھنے والوں کے مابین ایک خاموش سمجھنے کی غمازی کرتی ہے۔ تحقیق میں بھی کچھ اصطلاحیں ہیں لیکن وہ سائنس کی اصطلاحوں کی طرح اجنبی نہیں۔ان کے معنی عام لغوی معنی سے زیادہ مختلف نہیں۔

ڈاکٹر گیان چند جین نے اپنی کتاب "تحقیق کا فن" مختلف ابواب میں تقسیم کیا ہے۔ جہاں پر فنی اور تکنیکی امور کا تعلق ہے یا اُسلوب و بیان کا ذکر ہے تو ان کی تینوں کتب ایک جیسا مواد پیش کرتی ہیں۔ جہاں بات سمجھانی ہو تو علماء تحقیق نے تمثیل نگاری سے کام لے کر مختلف واقعات بیان کر کے تحقیق کے معنی واضح کرنے کی کوشش کی ہے اور محقق کو پابند کیا ہے کہ وہ ان پابندیوں کو اپنائے گا۔ تحقیق کے لغوی واصلاحی معنوں سے لے کر موضوع کا تعین خاکہ سازی، مواد کی مذاہبی حصول مواد کے ذرائع، اُسلوب و بیان تسوید اور پیشکش تک زر نظریاتی مماثلت نظر آتی ہے۔

ناموں کے لکھنے میں ڈاکٹر عطش درانی نے خاصے کی چیز بیان کی ہے جب ہم متن لکھیں تو کسی شخص کے نام کے ساتھ لازمی سابقے یا لاحقے یا القاب سوچ سمجھ کر لگائیں مدحومین کے نام کے ساتھ کوئی تعظیمی لقب نہ لگایا جائے۔ زندوں کے نام کے ساتھ بھی حتی الامکان پرہیز کیا جائے ہماری زبان میں تعظم کی خاطر واحد شخص کے لئے ضمیر فعل کو جمع کے طور پر لاتے ہیں جیسے "شبلی نعمانی" لکھتے ہیں اتنی تعظیم میں کافی ہے۔ جہاں فعل سے تعظیم ظاہر نہ ہو وہاں زیادہ بزرگ ناموں کے ساتھ القاب کا اضافہ کر سکتے ہیں۔ مثلاً علامہ اقبال، منشی پریم چند ، مولانا محمد حسین آزاد، مولانا موذودی، علامہ فکری، ہاں جو القاب بعض ناموں کا اس طرح جذو بن گئے ہیں کہ انہیں حذف کر دیا جائے تو شخص کی پہچان بھی مشکل ہو جائے وہاں القاب ہر قدرار رکھیں مثلاً سرسید، قاری سرفراز حسین، ملاواحدی، قاضی عبدالودود، علامہ اقبال۔

انبیاء اولیا اور بزرگان دین کے ناموں کے ساتھ حسب عقیدہ احترامی القاب استعمال کر سکتے ہیں کہ یہ ایک مسلّمہ معاشرتی چلن ہے۔ مندرجہ بالا اصول ادیبوں، انسانوں، عاعوں اور دیگر مصروف افراد کے ناموں کے لئے ہے دینی معاملات جدا ہیں۔ ان کا احترام اسی طرح کرنا واجب ہے۔ جیسے جاری ہے۔

ڈاکٹر گیان چند جین نے گیارہویں باب میں ایک بات کی وضاحت کی ہے۔

بقول ڈاکٹر گیان چند جین:

"مختلف موضوعات پر تحقیقی مقالا لکھنے کے طریقے اور مراحل مختلف ہوں گے۔ان میں سب سے سامنے اور شاید سب سے اہم موضوع ایک ادیب پر تحقیق ہے۔اس میں بھی شاعر اور نثر نگار پر مقالے کے خاکے مختلف ہوں گے۔ نثر نگار اگر تحقلیق کا رہے تو اس کا خاکہ مختلف ہو گا اور اگر محقق یا نقاد ہے تو مختلف ،زمانے کے اعتبار سے بھی تحقیق کا رنگ مختلف ہو گا۔قدیم دکنی شعراء پر ایک ڈھنگ سے لکھا جائے گا ۔"اٹھارویں انیسوں صدی کے فن یاروں پر دوسرے ڈھنگ سے اور ہمارے دور کے تخلیق کاروں پر کسی اور ہی ڈھنگ سے لیکن کچھ مسائل اور طریقے سب کے لئے مشترک ہیں"۔(۱۲)

گیان چند جین نے وضاحت نہیں کی کہ کس قسم کے ادیب کو دوسرے ادیب پر فوقیت ہو گی۔زندہ ادیب پر لکھنا یا پھر فوت شدہ تو بید حال تعابلی طور پر دیکھا جائے۔تو ڈاکٹر سلطانہ بخش،ڈاکٹر عطش دمان،ڈاکٹر اسلم ادیب نے ادیب کے حوالہ سے وضاحت پیش نہیں کی تحقیق کار کے لئے گیان چند کی کتاب معاون ہے لیکن وہ خود ہی اپنی باتوں سے اختلاف کرتے نظر آتے ہیں۔ ہیت کے عنوان سے ڈاکٹر گیان چند جین نے دو طرح کے مقالے بتائے ہیں۔ایک عام جو اخبارات یا کسی تقریب میں پیش کئے جاتے ہیں اور دوسرے وہ جو مقالات جاتے جو کسی یونی ورسٹی کی سرپرستی میں لکھے جاتے ہیں جس کا مقصد ڈگری کا حصول ہوتا ہے یہ مقالہ ایک خاص دائرے کے اندر رہ کر لکھا جاتا ہے اور (HEC) کی قائم کردہ حدود و قیود کو فالو کیا جاتا ہے، کمیٹی سے منظور ہوتا ہے، تب جا کر ڈگری کی تکمیل ممکن ہوتی ہے۔ جب کہ دیگر مقالوں میں ایسی صورت حال نہیں ہے۔وہ مقالے مختلف موضوعات پر لکھے اور پڑھے جاتے ہیں کئی مقالے آرٹیکل کی شکل میں چھپتے ہیں اور کچھ مختلف کانفرنسوں میں پڑھے جاتے ہیں ان کے لیے صرف موضوع کو واضح کرنا ضروری ہوتا ہے اور ایسے مقالے دیگر حدود و قیود سے مستثنیٰ ہوتے ہیں۔

اردو تحریر کے حوالے سے "گیان چند جین" نے مختلف رموز و اوقاف ان کا استعمال اور محل بیان کیا ہے یعنی وہ نشانات قرات جن سے پڑھنے میں سہولت رہتی ہے۔ اوقاف جمع ہے وقفے کی، رموز اقاف کے معنی ہیں وقفوں کی علامتیں۔ان کا مفصل بیان دو جگہ ملتا ہے سر سید احمد خاں کا رسالہ قرات اسے مشتاق حسین نے مرتب کر کے آزاد کتاب گھر دہلی سے ۱۹۶۷ میں شائع کیا۔مولوی عبد الحق کی قواعد اردو میں رموز و اوقاف کا ایک باب ہے جس میں گیارہ علامتوں کی سفارش کی گئی ہے۔ان میں سے تین علامتوں کا خارج کر کے رشید حسن خاں نے اپنی کتاب اردو املا میں آٹھ لکھی ہیں۔مولانا قلب عابد نے رشید حسن خاں کے بیان کا خلاصہ اپنی کتاب

عماد التحقیق میں درج کیا۔ انگریزی میں نشانات او قاف بہت زیادہ ہیں۔ اردو میں بہت کم ہیں۔ اردو کا اصل نشان تو ایک چھوٹی ڈیش تھا، جو فل سٹاف کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ اب انگریزی سے کئی لے لیے گئے ہیں جن میں کچھ زیادہ مقبول ہیں اور کچھ کم مقبول۔ مولوی عبد الحق نے جو ترجمے کئے تھے ان میں سے قوسین اور واوین کے علاوہ اردو میں بقیہ نہ چل سکے۔ فل سٹاف انگیریزی میں یہ محض ایک نقطہ ہوتا ہے لیکن چونکہ اردو میں صفر کو نقطے کی شکل میں لکھا جاتا ہے۔ اس لیے فل سٹاف کو ڈیش کی شکل میں لکھا جاتا ہے۔ اردو میں یہ چھوٹی لکیر (-) انگریزی فل سٹاف اور ڈیش دونوں کے لیے مستعمل یعنی یہ جملے کے آخر میں ہوتی ہے۔ نیز عنوانات 'فہرست مطالب' حوالوں اور کتابیات وغیرہ میں ایک اندارج کے ختم ہونے کو ظاہر کرتی ہے

کاما انگریزی میں یہ سب سے زیادہ کام کی علامت ملی ہے۔ انگریزی کا ما اردو کے (’) سے تشابہ پیدا کر سکتا تھا اگر اسے قدرے اوپر کی طرف لکھا جاتا تو انجانے میں ضمہ یعنی پیش سمجھ لیا جاتا، اس لیے اردو میں اسے الٹ دیا گیا، انگریزی ہو یا اردو اس کے دوسرے حروف سے چھوٹی ہوتی ہے اس لیے انگریزی میں دوسرے حروف کی تختی سے قدرے اوپر ہے۔ اس سے فقرے کو الگ کرنے کا کام لیا جاتا ہے۔ اگر ایک شے کی انواع کا بیان ہو تو آخری نوع سے پہلے ‘‘اور’’ کو چھوڑ کر بقیہ کو اس کے جدا کرتے ہیں۔

کولن(:) سرسید نے اس کا ترجمہ ‘‘وقفہ’’ کیا جبکہ مولوی عبد الحق نے سیمی کولن کو وقفہ کہا اور کولن کو ‘‘رابطہ’’ سرسید کے مطابق فل سٹاف سے زیادہ ٹھہراؤ سیمی کولن میں ہے اور سیمی کولن سے زیادہ کولن میں ہوتا ہے مثالیں

سفر ہو یا حضر، دن ہو یا رات، کام ہو یا تفریح، ہمیشہ اور ہر جگہ اپنی صحت کا خیال رکھو: اگر کوئی نعمت ہے تو یہی ہے ۔

یہ خاموشی کہاں تک؟ لذت فریاد پیدا کرو
زمین پر تو ہو اور تیری صدا ہو آسمانوں میں

کاوکاوِ سخت ہائے تنہائی نہ پوچھ
صبح کرنا شام کا لانا ہے جوئے شیر کا۔

اردو میں اس کا استعمال ذیل کے موقعوں پر کیا جاتا ہے۔ اقتباس دینے سے پہلے تعارفی جملے کے آخر میں انگریزی میں یہاں کولن اور ڈیش مستعمل ہے۔ اردو میں محض کولن کے کام چلایا جاتا ہے۔ کسی مصنف کے نام کے بعد لگا کر اس کی تصنیف کا ذکر کرنا ہو مثلاً رشید حسن خاں: ادبی تحقیق، مسائل اور تجزیہ۔

سیمی کولن (;) اردو میں اس کا کام بھی الٹ دیا گیا ہے انگریزی میں اس کا استعمال کم ہے، اردو میں اور بھی شاذ۔ یہ ایسے دو آزاد اور مکمل جملوں میں درمیان لگایا جاتا ہے جن کے بیچ کوئی حرف ربط نہیں آیا لیکن مصنف نے ایک دوسرے سے منسلک "لیکن" اور "اس لیے" سے قبل سیمی کولن لگایا ہے اس طرح ڈاکٹر گیان چند جین نے سر سید احمد خاں، رشید حسن خاں، پروفیسر سید قلب عابد اور دوسرے ماہرین املا کا تذکرہ کر کے اپنی تحقیق کی کتاب کو قاری کے لیے ہیت کے حوالہ سے آسانی پیدا کی ہے لیکن بے جا طوالت سے احتراز ہوتا تو یہ کتاب کے حسن کو مزید بہتر کرتا۔

ڈاکٹر عطش درانی نے یہ موقف اختیار کیا ہے کوئی علم ہو اور کسی طرح کی صنعت ہو اس کی تاریخ ترقی میں سے اسلامی عہد کا حذف بام علم کی سیڑھی کا اہم زینہ توڑ دیتا ہے۔ تقابلی اور تجزیاتی حوالہ سے دیکھا جائے تو سلطانہ بخش کی کتاب "اصول تحقیق اردو" اسلم ادیب کی "تحقیق کی بنیادیں" اور "ڈاکٹر عطش دوران کی "اصول ادبی تحقیق" (تکنیکی امور) خاصے کی کتابیں ہیں۔ اسلم ادیب نے تحقیق کی بنیاد دوں کے حوالہ سے تحقیق کی مختلف اقسام اور ان کو اپنانے کا طریقہ کا وضاحت سے پیش کیا ہے ڈاکٹر سلطانہ بخش نے مختلف ماہرین تحقیق کا تحقیق پر ایک ایک موضوع یا آرٹیکل درج کیا ہے اس طرح انہوں نے تحقیق کی تعریف اور اصطلاح سے لے کر موضوع کا انتخاب، خاکہ سازی، ہیت، اسلوب، حوالہ جات، کتابیات، مقالے کی تسوید اور پیس کاری کی خصوصیات کا ذکر تفصیل سے کیا ہے۔ وہ اس کتاب کی مرتب ہیں ایک دو مضامین انہوں نے اپنے حوالے سے درک کیے ہیں۔ ایک مقالہ نگار کے لیے یہ مضامین معاون ثابت ہو سکتے ہیں۔ ڈاکٹر عطش درانی نے تحقیق کی مختلف تکنیک کے حوالے سے مواد مہیا کیا ہے۔ بیس ابواب پر مشتمل یہ کتاب مقالہ نگاری اور تحقیق کاری پر ایک معقل اور مستند کتاب ہے۔ تجزیاتی تقابلی اور بیانیہ تحقیق کے حوالے سے خصوصی مواد موجود ہے ۔ تحقیق کار کے لیے مکمل رہنمائی اور مقالے کی تحریر و تسوید سے متعلق مختلف جزئیات پر سیر حاصل بحث موجود ہے۔ بنظر عمیق دیکھا جائے تو تحقیق، تحقیق کار تحقیق کی تصدیق، اردو ادب میں تحقیق اور دیگر جزئیات میں ہر مصنف کے ہاں مماثلت ہے وہی مشرقی اور مغربی محققین کی تعریفات اور طریقہ کار ملتا ہے۔ ڈاکٹر

عطش درانی بیان کرتے ہیں کہ ابھی تحقیق کا میدان اس قدر وسع نہیں جس قدر مغرب میں اور ابھی تحقیق کا کوئی ایسا گروضرور سامنے آئے گا جو ادب کے ساتھ ساتھ سائنسی بنیادیں فراہم کرے گا۔ حالانکہ انہوں نے خود بھی تجرباتی تحقیق کا بیان کیا ہے ڈاکٹر گیان چند جین نے طلباء کی سہولت کے لیے اور تحقیق کے شائقین کے لیے اس کتاب کو لکھا ہے وہ بھی تحقیق و تدوین میں پیش رو یا معاصرین کی نقالی کرتے نظر آتے ہیں ان کے نزدیک تحقیق کار کو غیر جانب دار محنتی اور حالات پر کھ ہونا چاہیے۔ وہ خود اپنی کتاب میں لکھتے ہیں کسی کتاب کی تدوین ہو یا مقالہ اس کے لیے ایک نقشہ اور خاکہ از حد ضروری ہے تاکہ تحقیق کار قدم بہ قدم ملزم کی طرف بڑھے اور اس صبر آزما کام کو درست طریقے سے سرانجام سے تاکہ اس کی تحقیق وزنی ہو، بامعنی ہو اور اس کے فوائد ادب پر مرتب ہو یہ خصوصیات ایک تحقیق کار میں موجود ہونی چاہییں۔

حوالہ جات

۱۔ سوزن بیسنٹ، ترجمہ توحید احمد، تقابلی ادب: ایک تنقیدی جائزہ، پورب اکادمی، اسلام آباد، ۲۰۱۵ء، ص ۵

۲۔www.merriam.webster.com/dictionary/comparative/220literature

۳۔ جمیل جالبی، ڈاکٹر، قومی انگریزی لغت، الحمرا پبلشرز، مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد، ص ۳۳۴

۴۔www.wikipedia.org>wiki>comp.

۵۔ ابوالاعجاز حفیظ صدیقی، کشاف تنقیدی اصطلاحات، مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد، ص ۹۶

۶۔ وزن بیسنٹ، ترجمہ توحید احمد، تقابلی ادب: ایک تنقیدی جائزہ، پورب اکادمی، اسلام آباد، ۲۰۱۵ء، ص ۵

۷۔ ایضا، ص ۱۱

۸۔ عطش درانی، ڈاکٹر "اصول ادبی تحقیق" (تکنیکی امور) نذیر سنز ایجوکیشنل پبلشرز، لاہور، ۲۰۱۱ء ص، ۱۷

۹۔ عطش درانی، ڈاکٹر "اصول ادبی تحقیق" (تکنیکی امور)، ص، ۸۶

۱۰۔ ایضا، ص ۲۹۳

۱۱۔ ایضا، ص، ۴۳۵، ۴۳۶

۱۲۔ گیان چند جین، ڈاکٹر "تحقیق کا فن" پبلشرز، فکشن ہاؤس لاہور، ۲۰۱۴، ص، ۴۱۰

۱۳۔ گیان چند جین، ڈاکٹر "تحقیق کا فن" ص، ۴۸۷